

Al-Mīthāq

(Research Journal of Islamic Theology)

Published by: HIRA *Institute of Social Sciences Research & Development*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 04, October - December 2026, PP 229-241
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article Timeline:	*Received:* 05-10-2026	*Accepted:* 05-11-2026	*Published:* 13-11-2026

Disclaimer:
Responsibility for the accuracy of the stated facts rests solely with the authors. Opinions expressed in *"Al-Mīthāq"* are those of the authors and not necessarily endorsed by either the Editorial board or the Institute.

HIRA INSTITUTE

اسلامی قانونِ نکاح کا فلسفہ تشریع: خاندانی استحکام، انسانی مصالح اور معاشرتی اصلاح کا تحقیقی جائزہ

The Philosophy of Islamic Marriage Legislation: A Research Study of Family Stability, Human Welfare, and Social Reform

Sohail Nasir [1] ***Dr. Abdul Majid*** [2]

Abstract

Marriage is a fundamental institution in Islam that contributes to individual morality, family stability, and social harmony. This study examines the philosophy of Islamic marital legislation, focusing on its objectives, human welfare, family stability, and role in social reform. It explores the significance of marriage in the light of the Qur'an and Sunnah, highlighting its contribution to chastity, preservation of lineage, emotional tranquillity, mutual affection, and mercy between spouses. The study also critically examines prevailing social customs and practices that have made marriage unnecessarily expensive and difficult, including extravagant ceremonies, excessive financial demands, and the prioritisation of wealth and social status over religious commitment and moral character. Furthermore, it discusses the importance of facilitating marriage in accordance with Islamic teachings and considers the educational, legislative, social, and communal dimensions of the Prophet Muhammad's (peace be upon him) marriages. These dimensions illustrate how marriage served purposes beyond personal and domestic life, including religious instruction, the correction of pre-Islamic social practices, the strengthening of social relationships, and the promotion of communal welfare. Employing a descriptive and analytical approach, the study analyses relevant Qur'anic verses, Prophetic traditions, and scholarly perspectives to explain the

[1]***Corresponding Author***, *PhD Scholar, Department of Islamiat, Federal Urdu University Karachi.* *suhailfain123@gmail.com*

[2]*Assistant Professor / HOD, Department of Islamic Banking and Finance, Federal Urdu University Karachi.* *abdulmajid@fuuast.edu.pk*

underlying wisdom of Islamic marital legislation. It argues that the Islamic concept of marriage encompasses not only the lawful fulfilment of human needs but also the protection of moral values, the strengthening of family relationships, and the reform of society. The study concludes that restoring the original objectives of marriage requires simplifying marital practices, discouraging extravagance, and giving priority to religious commitment, good character, mutual responsibility, and social welfare.

Keywords

Islam, Marriage, Philosophy of Legislation, Family Stability, Human Welfare, Social Reform, Prophetic Traditions

تمہید

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی، خاندانی اور اجتماعی زندگی کے تمام اہم پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں نکاح کو محض ایک معاشرتی رسم یا انسانی خواہش کی تکمیل کا ذریعہ نہیں سمجھا گیا، بلکہ اسے ایک مقدس معاہدہ، اخلاقی ذمہ داری اور خاندانی نظام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ نکاح کے ذریعے مرد اور عورت ایک جائز رشتے میں منسلک ہوتے ہیں، جس سے عفت و عصمت کا تحفظ، نسلِ انسانی کی بقا، نسب کی حفاظت، باہمی سکون اور معاشرتی استحکام جیسے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں نکاح کے حوالے سے متعدد معاشرتی مسائل سامنے آتے ہیں۔ غیر ضروری اخراجات، جہیز کے مطالبات، نمود و نمائش، طبقاتی تفاوت، رشتوں کے انتخاب میں مال و دولت کو غیر معمولی اہمیت دینا اور رسوم و رواج کی پابندیوں نے بہت سے خاندانوں کے لیے شادی کو دشوار بنا دیا ہے۔ نتیجتاً نکاح جیسا آسان اور فطری عمل بعض اوقات ایک پیچیدہ معاشرتی مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں نکاح کے اسلامی تصور، اس کے مقاصد اور حکمتِ تشریع کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ اس تحقیق میں قرآن و سنت کی روشنی میں نکاح کی اہمیت، اس کے بنیادی مقاصد، ازدواجی زندگی کے اخلاقی و معاشرتی تقاضوں، نکاح میں حائل معاشرتی رکاوٹوں اور رسول اللہ ﷺ کے تعددِ ازواج سے متعلق تعلیمی، دینی، معاشرتی اور سیاسی حکمتوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اسلامی تعلیمات اور موجودہ معاشرتی رویّوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح کرنا اور نکاح کے ایسے تصور کو نمایاں کرنا ہے جو دینی اصولوں، اخلاقی ذمہ داریوں اور معاشرتی مصلحتوں سے ہم آہنگ ہو۔

قرآن و سنت کی روشنی میں نکاح کا مقام، اہمیت اور حکمتِ تشریع

اسلام میں نکاح کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید نے ازدواجی تعلق کو ایک مضبوط عہد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا۔[1]

اور انہوں نے تم سے پکا عہد لیا ہے۔

اس تعبیر سے واضح ہوتا ہے کہ ازدواجی تعلق محض وقتی وابستگی نہیں، بلکہ ایک ایسا عہد ہے جس کے ساتھ ذمہ داریاں، حقوق اور اخلاقی تقاضے وابستہ ہیں۔ میاں بیوی دونوں اس رشتے کے استحکام، باہمی احترام اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے ذمہ دار ہیں۔

اسلامی تصورِ نکاح میں حقوق و فرائض کا توازن بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ شوہر اور بیوی کے تعلق کو محض قانونی بندھن تک محدود نہیں کیا گیا، بلکہ اسے محبت، اعتماد، وفاداری، تعاون اور باہمی خیر خواہی پر استوار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی بنا پر نکاح کی کامیابی کا معیار صرف شادی کا انعقاد نہیں، بلکہ اس کے بعد ازدواجی ذمہ داریوں کی ادائیگی بھی ہے۔

نکاح کی ترغیب اور معاشرتی ذمہ داری

قرآنِ مجید میں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ۔[2]

اور نکاح کراؤ ان بے نکاح مردوں اور عورتوں کا جو تم میں ہوں، اور اپنے نیک بندوں اور باندیوں کا۔

یہ آیت اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ نکاح کو صرف انفرادی معاملہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ خاندان اور معاشرے کو بھی اس کے لیے مناسب مواقع پیدا کرنے چاہییں۔ خصوصاً ایسے افراد کے نکاح میں تعاون کی ضرورت ہے جو اپنی محدود معاشی حیثیت کی وجہ سے شادی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ نکاح کی ترغیب کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ معاشرتی تعاون کے ذریعے جائز اور پاکیزہ خاندانی زندگی کے امکانات بڑھائے جائیں۔ اگر معاشرہ شادی کو غیر ضروری مالی تقاضوں سے مشروط کر دے تو وہ خود ان مشکلات میں اضافے کا سبب بنتا ہے جنہیں اسلامی تعلیمات کم کرنا چاہتی ہیں۔

نکاح اور عبادت کا تعلق

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں نکاح کو عفت و عصمت کے تحفظ اور دینی زندگی کی تکمیل کے ایک اہم ذریعے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ منكُم الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاء[3]

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے کیونکہ یہ (شادی) نگاہوں کو بہت جھکانے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے اور جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے، پس یہ اس کے لئے ڈھال ہو گا۔"

انسان اپنی جائز خواہشات کو شرعی حدود میں پورا کر کے بھی اجر کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام انسانی فطرت کو نظر انداز نہیں کرتا، بلکہ اسے اخلاقی اور قانونی حدود کے اندر منظم کرتا ہے۔ نکاح کی اہمیت اس امر میں بھی ہے کہ یہ انسان کو ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں شریکِ حیات کے حقوق، خاندان کی ضروریات، اولاد کی تربیت اور معاشرتی تعلقات کی نگہداشت جیسے امور انسان کی اخلاقی تربیت میں کردار ادا کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیتے ہوئے اس سے بے رغبتی کے اس رویّے کی اصلاح فرمائی جو انسانی فطرت اور دینی توازن کے منافی ہو۔[4] اس تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ انسان رہبانیت اختیار کرنے یا فطری ضروریات کو غیر ضروری طور پر دبانے کے بجائے اعتدال کے ساتھ زندگی گزارے۔

نکاح، فطرتِ انسانی اور خاندانی نظام

اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد اور عورت کی تخلیق میں باہمی تعلق اور سکون کی حکمت پائی جاتی ہے۔[5] نکاح اس فطری تعلق کو جائز، محفوظ اور ذمہ دارانہ شکل فراہم کرتا ہے۔ اس کے ذریعے خاندان وجود میں آتا ہے، نسلِ انسانی آگے بڑھتی ہے اور بچوں کی پرورش کے لیے ایک بنیادی معاشرتی اکائی تشکیل پاتی ہے۔ نکاح کی یہ حیثیت انفرادی زندگی تک محدود نہیں رہتی، بلکہ اس کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ مستحکم خاندان افراد کو جذباتی سہارا فراہم کرتا ہے، بچوں کی تربیت میں مدد دیتا ہے اور معاشرتی ذمہ داریوں کے شعور کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے برعکس جب ازدواجی تعلقات کو ذمہ داری سے خالی یا محض وقتی خواہشات

تک محدود کر دیا جائے تو خاندان کے استحکام اور بچوں کی تربیت سے متعلق مسائل پیدا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

نکاح کے اعلان اور معاشرتی قبولیت کی اہمیت

اسلامی معاشرت میں نکاح کے اعلان کو اہمیت دی گئی ہے، تاکہ جائز ازدواجی تعلق اور غیر شرعی تعلق کے درمیان امتیاز واضح رہے۔ نکاح کا اعلان خاندانوں اور معاشرے کو اس رشتے سے آگاہ کرتا ہے اور اس کے سماجی اعتراف کا ذریعہ بنتا ہے۔[6] تاہم نکاح کے اعلان اور اس کی تقریب کو غیر ضروری اخراجات، نمود و نمائش اور مقابلہ بازی میں تبدیل کرنا اس کی اصل روح کے خلاف ہے۔ نکاح کی خوشی کا اظہار جائز حدود میں ہونا چاہیے، لیکن اس کے لیے ایسی مالی پابندیاں پیدا کرنا مناسب نہیں جن کی وجہ سے نکاح مشکل ہو جائے۔ اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح کی اسلامی حیثیت کا تعلق اس کی روح، شرعی تقاضوں اور اس سے وابستہ ذمہ داریوں سے ہے۔ تقریب کی ظاہری شان و شوکت اس رشتے کی حقیقی قدر کا معیار نہیں۔

نکاح کے بنیادی مقاصد اور حکمتیں

نکاح کی تشریع کے پس منظر میں متعدد دینی، اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی مقاصد کارفرما ہیں۔ ان مقاصد کو سمجھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے ازدواجی تعلق کو محض جسمانی ضرورت کی تکمیل تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے انسانی شخصیت اور معاشرتی زندگی کی تعمیر سے وابستہ کیا ہے۔

اوّل: عفت و عصمت کی حفاظت

نکاح کا ایک بنیادی مقصد انسان کی فطری خواہشات کی جائز تکمیل اور اخلاقی پاکیزگی کا تحفظ ہے۔ اسلام انسان کو فطری تقاضوں سے انکار کرنے کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ انہیں جائز طریقے سے پورا کرنے اور بے راہ روی سے بچنے کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں پاک دامنی اور جائز ازدواجی تعلق کی اہمیت متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے۔[7] اس تعلیم کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ جنسی تعلق کو ذمہ داری، رضامندی، حقوق اور شرعی حدود کے ساتھ وابستہ رکھا جائے۔ نکاح اس مقصد کے حصول کا جائز ذریعہ ہے۔ عفت و عصمت کی حفاظت صرف مرد یا عورت میں سے کسی ایک کی ذمہ داری نہیں، بلکہ دونوں شریکِ حیات کے لیے اخلاقی تقاضا ہے۔[8] ازدواجی زندگی میں وفاداری، اعتماد اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام اسی مقصد کی تکمیل میں معاون ہوتے ہیں۔

دوم: نسلِ انسانی کی بقا اور تحفظِ نسب

نکاح کا دوسرا اہم مقصد نسلِ انسانی کی بقا اور نسب کی حفاظت ہے۔ خاندان کے مستحکم نظام کے ذریعے بچوں کی پیدائش، نگہداشت، تربیت اور معاشرتی شناخت کے لیے مناسب ماحول میسر آتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں نسب کی حفاظت کو اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ اس کا تعلق وراثت، خاندانی ذمہ داریوں اور رشتوں کی شناخت سے ہے۔ جب ازدواجی تعلق ایک واضح اور ذمہ دارانہ معاہدے کے تحت قائم ہوتا ہے تو والدین اور اولاد کے حقوق کی تعیین میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

اس مقصد کا ایک اہم پہلو اولاد کی تربیت بھی ہے۔ محض نسل آگے بڑھانا کافی نہیں، بلکہ بچوں کی اخلاقی، دینی اور سماجی تربیت والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اس لیے نکاح کو ایسی خاندانی زندگی کی بنیاد سمجھنا چاہیے جس میں محبت کے ساتھ ذمہ داری اور تربیت کو بھی اہمیت حاصل ہو۔

سوم: مودّت، رحمت اور ازدواجی سکون

قرآنِ مجید نے میاں بیوی کے تعلق میں محبت اور رحمت کو نمایاں کیا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً[9]

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔

اس آیت کی روشنی میں ازدواجی زندگی کا ایک اہم مقصد سکون، محبت اور رحمت کا حصول ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے جذباتی سہارا بنتے ہیں اور زندگی کے مختلف مراحل میں باہمی تعاون کے ذریعے مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ ازدواجی سکون صرف معاشی آسودگی سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے حسنِ سلوک، اعتماد، برداشت، باہمی احترام اور اختلافات کو حکمت سے حل کرنے کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ اگر زوجین ایک دوسرے کو محض اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھیں تو رشتے میں عدم توازن پیدا ہو سکتا ہے؛ اس کے برعکس جب دونوں ایک دوسرے کے حقوق اور جذبات کا احترام کریں تو ازدواجی زندگی زیادہ مستحکم ہوتی ہے۔

چہارم: ایمان، اخلاق اور معاشرتی تحفظ

نکاح انسان کو ذمہ دارانہ زندگی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ شریکِ حیات اور خاندان کے حقوق کی ادائیگی، حلال و حرام کی پابندی، مالی ذمہ داریوں کی تکمیل اور اولاد کی تربیت انسان میں اخلاقی شعور پیدا کرنے کے اہم ذرائع ہیں۔[10] نکاح کے ذریعے معاشرے میں خاندانی ذمہ داریوں کا ایک واضح نظام تشکیل پاتا ہے۔ اس نظام کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کریں، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں اور اختلافات کو زیادتی یا بدسلوکی میں تبدیل نہ ہونے دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسُ لَّهُنَّ[11]

وہ تمہارے لیے لباس کی مانند ہیں اور تم ان کے لیے لباس کی مانند ہو۔

اللہ رب العزت نے اس تعلق کو ایک انتہائی بلیغ تشبیہ دے کر بات کو سمجھایا ہے کہ میاں بیوی فقط رسمی تعلق کا نام نہیں، بلکہ لباس سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ لباس انسانی بدن کے لیے کئی اعتبار سے اہم ہے، مثلاً: ستر، عزت، تحفظ، زینت، صحت، تہذیب، وغیرہ، یعنی جس طرح لباس ہمارے ستر کا ذریعہ ہے، یہ رشتہ بھی ہمارے عیوب کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ جس طرح لباس کی زینت عزت بخشتی ہے، ایسے ہی یہ رشتہ عزت افزائی کا ذریعہ ہے۔ یوں نکاح کی حکمت صرف ایک فرد کی اخلاقی حفاظت نہیں، بلکہ ایسے خاندانوں کی تشکیل بھی ہے جو اجتماعی زندگی میں امن، تعاون اور ذمہ داری کو فروغ دیں۔

نکاح اور معاشرتی تشکیل: اسلامی تعلیمات اور سماجی رویّوں کا جائزہ

اوّل: نکاح کا اسلامی تصور اور معاشرتی رسوم

اسلامی تصورِ نکاح اور معاشرے میں رائج شادی بیاہ کی بعض رسوم کے درمیان نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اسلام نکاح کو ایک سنجیدہ دینی و معاشرتی معاہدہ قرار دیتا ہے، جس کا مقصد پاکیزہ خاندانی زندگی کی تشکیل ہے؛ جبکہ بعض معاشرتی رویّوں میں نکاح کی کامیابی کو اخراجات، تقریب کی شان و شوکت، مہمانوں کی تعداد اور ظاہری نمائش سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ معاشرتی رسوم اپنی اصل میں ہمیشہ قابلِ اعتراض نہیں ہوتیں۔ بعض روایات خوشی کے اظہار، خاندانوں کے باہمی تعلق اور معاشرتی تعاون کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ تاہم جب کوئی رسم شرعی حدود سے متصادم ہو، لوگوں پر غیر ضروری مالی بوجھ ڈالے یا نکاح میں رکاوٹ بننے لگے تو اس کا جائزہ لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

اسلامی اصلاحِ معاشرہ کا تقاضا یہ ہے کہ رسوم و رواج کو محض قدیم ہونے کی وجہ سے درست یا غلط قرار نہ دیا جائے، بلکہ ان کی نوعیت، شرعی حیثیت اور عملی نتائج کو سامنے رکھا جائے۔ اس اصول کے تحت ایسی روایات کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے جو باہمی محبت اور

تعاون کو فروغ دیں، جبکہ ان روّیوں کی اصلاح ضروری ہے جو تکبر، اسراف، طبقاتی تفاخر یا لوگوں کی حق تلفی کا سبب بنتے ہیں۔

دوم: حیوانیت اور عبدیت: نکاح کے اسلامی تصور کی بنیاد

انسانی زندگی میں فطری خواہشات کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن اسلامی تعلیمات انسان کو صرف خواہشات کے تابع رہنے کے بجائے اخلاقی شعور اور بندگی کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کی دعوت دیتی ہیں۔ یہی فرق انسانی خواہش اور ذمہ دارانہ طرزِ زندگی کے درمیان بنیادی امتیاز پیدا کرتا ہے۔ نکاح انسانی فطرت کو دبانے کا نام نہیں، بلکہ اسے جائز اور منظم راستہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔ ازدواجی تعلق کے ذریعے انسان اپنی فطری ضروریات پوری کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ اسے حقوق کی ادائیگی، وفاداری، برداشت اور ذمہ داری کا پابند بھی ہونا پڑتا ہے۔[12] اگر نکاح کو صرف جسمانی خواہش کی تکمیل سمجھا جائے تو اس کے اخلاقی، خاندانی اور معاشرتی مقاصد نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جب نکاح کو دینی ذمہ داری اور باہمی حقوق کے معاہدے کے طور پر سمجھا جاتا ہے تو انسان اپنی خواہشات کو شرعی حدود میں رکھتے ہوئے ایک متوازن خاندانی زندگی تشکیل دے سکتا ہے۔ اس تناظر میں عبدیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی انفرادی اور خاندانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے۔ نکاح میں سچائی، امانت، انصاف، حسنِ سلوک اور ذمہ داری اسی بندگی کے عملی مظاہر ہیں۔

سوم: نکاح کی حقیقت اور معاشرتی تصورات کا فرق

نکاح کی اصل حقیقت ایجاب و قبول اور شرعی تقاضوں کی تکمیل سے متعلق ہے، نہ کہ تقریب کے اخراجات سے۔ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نکاح کی سادگی کے بارے میں لکھا:

> "ہر چیز میں کچھ نہ کچھ خرچ کی ضرورت ہے، بجز نکاح کے کہ یہ اپنی حقیقت میں ایک پیسہ پر بھی موقوف نہیں ؛کیوں کہ اس کی حقیقت ایجاب ہے اور قبول اور یہ محض دو بول ہیں زبان کے، ان میں کسی خرچ کی کیا ضرورت ؟! چھوارے سو وہ محض مستحب ہیں، مہر میں موجل (ادھار) کی بھی گنجائش ہے، تو فرمایئے سب سے زیادہ سستی چیز اگر کوئی تھی تو نکاح تھا، مگر اللہ بھلا کرے ہمارے بھائیوں کا، سب نے آپس میں کمیٹی کر کے اس کو ایسا مہنگا کر دیا اور رسم و رواج کی زنجیروں سے ایسا جکڑ دیا کہ غریب آدمی کی تو مصیبت ہے، امیروں کے لیے بھی زحمت ہے۔"[13]

وہ مزید فرماتے ہیں:

> "دیکھو! نماز روزہ وہ عبادتیں ہیں جن میں پیسہ لگتا ہے اور نکاح وہ عبادت ہے جو بغیر پیسہ کے ہے۔"[14]

ان اقتباسات میں بنیادی طور پر اس تضاد کی نشان دہی کی گئی ہے کہ جو عمل اپنی اصل میں غیر ضروری اخراجات کے بغیر انجام پا سکتا ہے، اسے معاشرتی توقعات نے بعض اوقات مشکل بنا دیا ہے۔ اس تنقید کا مقصد نکاح کے جائز اخراجات یا خوشی کے اظہار کی نفی نہیں، بلکہ ان اضافی پابندیوں کی اصلاح ہے جو نکاح کے اصل مقصد کو پس منظر میں دھکیل دیتی ہیں۔

چہارم: معاشرتی رسوم اور نکاح کی اصل روح

مولانا محمد یعقوب مجددیؒ نے شادی بیاہ میں دینی شعور کی کمی پر تنقید کرتے ہوئے کہا:

> "شادیوں میں سب بلائے جاتے ہیں، صرف خدا اور رسول کو رخصت کر دیا جاتا ہے، صرف شادی کے اوقات میں وہ باہر رہتے ہیں، پھر ان سے راہ و رسم پیدا کر لی جاتی ہے۔"[15]

اس اقتباس میں شادی کی تقریبات اور دینی ذمہ داریوں کے درمیان پیدا ہونے والی دوری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر

خوشی کے موقع پر نماز، پردے، اخلاقی حدود اور دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کر دیا جائے تو تقریب کی ظاہری کامیابی کے باوجود اس کے دینی تقاضے متاثر ہوتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اصلاحی تحریروں، خصوصاً اصلاح الرسوم، میں معاشرتی رواجوں کے دینی اور اخلاقی جائزے کی اہمیت نمایاں ہے۔ ان کی اصلاحی فکر سے یہ اصول اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی معاشرتی رسم کو اختیار کرتے وقت اس کے مقصد اور نتائج کو سامنے رکھا جائے۔ اسراف، نمود و نمائش، جہیز کے غیر ضروری مطالبات اور محض خاندانی وقار کے لیے قرض لینا ایسے مسائل ہیں جو شادی کو دشوار بنا سکتے ہیں۔ تاہم علمی احتیاط کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہر معاشرتی رسم کو بلا تفریق ناجائز قرار نہ دیا جائے۔ کسی رسم کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے لیے اس کی نوعیت اور اس سے وابستہ امور کو الگ الگ دیکھنا ضروری ہے۔ اصل توجہ ان رویّوں کی اصلاح پر ہونی چاہیے جو شرعی اصولوں سے متصادم ہوں یا لوگوں کے لیے غیر ضروری مشقت کا باعث بنیں۔

پنجم: انتخابِ رشتہ: دین داری، مال اور حسن و جمال

ازدواجی زندگی کے استحکام میں شریکِ حیات کا انتخاب بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ انسان عموماً رشتہ طے کرتے وقت خاندان، معاشی حیثیت، ظاہری حسن، تعلیم اور سماجی مقام کو اہمیت دیتا ہے۔ یہ پہلو اپنی جگہ قابلِ غور ہیں، لیکن انہیں اخلاق اور دین داری پر اس طرح غالب نہیں آنا چاہیے کہ ازدواجی زندگی کی اصل بنیاد ہی نظر انداز ہو جائے۔

اسلامی تعلیمات میں دین داری اور حسنِ اخلاق کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے،[16] کیونکہ ازدواجی زندگی طویل مدتی ذمہ داریوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ مال و دولت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، حسن و جمال وقت کے ساتھ بدل سکتا ہے اور سماجی مرتبہ بھی مستقل نہیں رہتا؛ لیکن دیانت، ذمہ داری، وفاداری اور حسنِ سلوک ازدواجی تعلق کی مضبوطی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

ششم: دین داری کا معیار اور دینی و عصری تعلیم میں توازن

رشتے کے انتخاب میں دین داری کو اہمیت دینے کا مطلب صرف ظاہری مذہبی شناخت کو دیکھنا نہیں، بلکہ عملی کردار، سچائی، امانت، ذمہ داری اور دوسروں کے حقوق کے احترام کو بھی جانچنا ہے۔ اسی طرح تعلیم کو محض اسناد یا ڈگریوں کی بنیاد پر نہیں، بلکہ فہم، شعور اور عملی صلاحیت کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ دینی تعلیم انسان کو اخلاقی اقدار اور شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتی ہے، جبکہ عصری تعلیم زندگی کے مختلف عملی اور سماجی تقاضوں کو سمجھنے میں معاون ہوتی ہے۔ دونوں میں ایسا توازن مطلوب ہے جس سے انسان اپنی دینی شناخت برقرار رکھتے ہوئے معاشرتی ذمہ داریاں بھی بہتر طور پر ادا کر سکے۔

ازدواجی زندگی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فریقین کی سوچ، ترجیحات اور مستقبل کے بارے میں توقعات کو مناسب حد تک سمجھ لیا جائے۔ صرف خاندان یا معاشی حیثیت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے بجائے کردار، مزاج، ذمہ داری اور باہمی موافقت کو اہمیت دینا زیادہ مفید ہے۔ اس طرح نکاح کے اسلامی تصور اور معاشرتی رویّوں کے تقابل سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ازدواجی زندگی کی کامیابی محض تقریب کے معیار یا مالی حیثیت سے نہیں، بلکہ اخلاقی بنیادوں، ذمہ داریوں کی ادائیگی اور باہمی تعاون سے وابستہ ہے۔

ہفتم: نکاح میں آسانی کے لیے معاشرتی تعاون

نکاح کو آسان بنانے کے لیے انفرادی اصلاح کے ساتھ اجتماعی تعاون بھی ضروری ہے۔ والدین، خاندان کے بزرگ، مذہبی رہنما اور معاشرتی ادارے اس سلسلے میں مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔ رشتوں کے انتخاب میں غیر حقیقی توقعات کم کرنا، جہیز کے مطالبات سے اجتناب، غیر ضروری تقریبات محدود کرنا اور مالی حیثیت سے بڑھ کر اخراجات نہ کرنا ایسے اقدامات ہیں جو شادی کو زیادہ قابلِ رسائی بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح خاندانوں کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کے نکاح کے فیصلوں میں مناسب مشاورت اور رہنمائی فراہم

کریں، لیکن ایسی شرائط عائد نہ کریں جو شرعی تقاضوں سے زائد ہوں اور بلاضرورت نکاح میں تاخیر کا سبب بنیں۔

یہاں بنیادی اصول یہ ہے کہ نکاح میں سہولت پیدا کرنے کا مطلب شرعی شرائط کو نظر انداز کرنا نہیں، بلکہ غیر ضروری معاشرتی رکاوٹوں کو دور کرنا ہے۔ نکاح کی سادگی اور ذمہ دارانہ انعقاد ایک دوسرے کے مخالف نہیں، بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے تعددِ ازواج کی حکمتیں

رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی سیرتِ نبوی کا اہم موضوع ہے، جس کا مطالعہ تاریخی حالات، دینی احکام اور معاشرتی ضروریات کے تناظر میں کیا جانا چاہیے۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ نے نہ صرف خاندانی زندگی میں آپ کا ساتھ دیا، بلکہ دینی تعلیم، سنت کی حفاظت اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ تعددِ ازواج کے موضوع کو محض ذاتی یا انفرادی زاویے سے دیکھنے کے بجائے اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ زیرِ نظر بحث میں تعلیمی، دینی و شرعی، معاشرتی اور سیاسی حکمتوں کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ تقسیم تجزیے کی سہولت کے لیے ہے؛ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نکاح کی حکمت صرف ایک ہی پہلو تک محدود تھی۔

تعلیمی مصلحت: خواتین کی دینی تعلیم اور سنت کی حفاظت

رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی کا ایک اہم پہلو خواتین کی دینی تعلیم اور ایسے مسائل کی وضاحت ہے جن کے بارے میں خواتین عموماً حیا کے باعث براہِ راست سوال کرنے میں جھجک محسوس کر سکتی تھیں۔ طہارت، حیض، نفاس، غسلِ جنابت اور ازدواجی زندگی کے بعض نجی مسائل ایسے موضوعات تھے جن میں واضح شرعی رہنمائی کی ضرورت تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی حیا اور پاکیزہ اخلاق کے باوجود آپ ﷺ نے دینی مسائل کے بارے میں سوال کرنے اور علم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اسی تعلیم کا عملی نمونہ حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواجِ مطہراتؓ کی علمی خدمات میں نظر آتا ہے۔ وہ خواتین کو ایسے مسائل سمجھاتی تھیں جن کے بارے میں براہِ راست دریافت کرنا بعض اوقات دشوار ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے مطابق ایک انصاری خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے بعد غسل کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں پاکیزگی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا اور خوشبو لگے ہوئے کپڑے یا روئی کے استعمال کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جب خاتون اس طریقے کی وضاحت نہ سمجھ سکیں تو حضرت عائشہؓ نے انہیں عملی طور پر سمجھایا۔[17] اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کی تعلیم میں ازواجِ مطہراتؓ کا کردار کس قدر اہم تھا۔ حضرت عائشہؓ انصاری خواتین کی علمی جرأت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ، لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَسْأَلْنَ عَنِ الدِّينِ وَأَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ.[18]

اللہ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے، حیا انہیں دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکتا۔

یہ قول واضح کرتا ہے کہ حیا اور دینی علم کے حصول میں کوئی تضاد نہیں۔ شرعی مسائل کو سمجھنے کے لیے باوقار انداز میں سوال کرنا دینی فہم کا حصہ ہے۔ ازواجِ مطہراتؓ نے اسی اصول کے تحت خواتین کی رہنمائی کی اور علم کو معاشرے میں منتقل کیا۔

حضرت عائشہؓ سمیت ازواجِ مطہراتؓ نے رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی، عبادات، اخلاق، اقوال، افعال اور تقریرات سے متعلق روایات امت تک پہنچائیں۔ ان کے ذریعے ایسے پہلو محفوظ ہوئے جن تک عام صحابہؓ کی رسائی محدود تھی۔ خواتین کے مخصوص مسائل، گھریلو آداب اور ازدواجی زندگی سے متعلق تعلیمات کی حفاظت میں ان کی خدمات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی اور ازواجِ مطہراتؓ کی علمی خدمات کے درمیان ایک اہم تعلق سامنے آتا ہے۔ ازواجِ

مطہراتؓ محض خاندانی زندگی کی شریک نہیں تھیں، بلکہ وہ دینی علم کی ناقل، معلم اور تشریح کرنے والی شخصیات بھی تھیں۔ اس پہلو نے خواتین کی دینی تعلیم اور سنتِ نبوی ﷺ کی حفاظت میں بنیادی کردار ادا کیا۔

دینی و شرعی مصلحت: جاہلی رسوم کی اصلاح

رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی سے متعلق ایک اہم تاریخی مسئلہ عرب معاشرے میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے مساوی سمجھنے کی روایت تھی۔ بعض لوگ کسی بچے کو منہ بولا بیٹا بنا کر اسے نسب، وراثت اور ازدواجی احکام کے لحاظ سے حقیقی اولاد کی طرح سمجھنے لگتے تھے۔ اسلام نے نسب کے تحفظ اور خاندانی رشتوں کی درست شناخت کے لیے اس تصور کی اصلاح کی۔

حضرت زید بن حارثہؓ اور تبنّیٰ کا مسئلہ

حضرت زید بن حارثہؓ کے واقعے کو اس تاریخی پس منظر میں سمجھنا چاہیے۔ وہ کم عمری میں قید ہوئے اور غلامی کی حالت میں فروخت کیے گئے۔ حکیم بن حزام نے انہیں عکاظ کے بازار سے خریدا اور حضرت خدیجہؓ کو ہبہ کر دیا۔ بعد میں حضرت زیدؓ کے والد اور چچا انہیں واپس لینے کے لیے آئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ جانا چاہتے ہیں یا آپ ﷺ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت زیدؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔[19]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو آزاد فرمایا اور ان سے محبت و شفقت کا معاملہ کیا۔ اس کے بعد انہیں آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کے زید بن محمد کہا جانے لگا۔ اس معاشرتی پس منظر میں قرآنِ مجید نے منہ بولے بیٹوں کی نسبت کے بارے میں واضح حکم نازل فرمایا:

ادعوهُم لِأبائِهِم هُوَ أَقسَطُ عِندَ اللَّهِ ۔[20]

منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک قرین عدل ہے۔

اس ہدایت کا بنیادی مقصد حقیقی نسب کو محفوظ رکھنا اور قانونی و معاشرتی رشتوں میں وضاحت پیدا کرنا تھا۔ کسی بچے کی کفالت، پرورش اور اس سے محبت کرنا ایک قابلِ قدر عمل ہے، لیکن اس کے نتیجے میں اس کا حقیقی نسب تبدیل نہیں ہو جاتا۔ اسلام نے کفالت اور نسب کے درمیان اس فرق کو واضح کیا۔

حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح اور جاہلی تصور کی اصلاح

حضرت زید بن حارثہؓ کا نکاح حضرت زینب بنت جحشؓ سے ہوا، لیکن بعد میں ازدواجی تعلق قائم نہ رہ سکا اور طلاق ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت زینبؓ سے نکاح کا حکم دیا۔ اس نکاح کے ذریعے اس جاہلی تصور کی اصلاح مقصود تھی کہ منہ بولے بیٹے کی سابقہ بیوی کو حقیقی بیٹے کی سابقہ بیوی کی طرح سمجھا جائے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

وَتُخفى فى نَفسِكَ مَا اللَّهُ مُبديهِ وَتَخشَى النّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخشىٰهُ فَلَمّا قَضىٰ زَيدٌ مِنها وَطَرًا زَوَّجنٰكَها لِكَى لا يَكونَ عَلَى المُؤمِنينَ حَرَجٌ فى أَزوٰجِ أَدعِيائِهِم إِذا قَضَوا مِنهُنَّ وَطَرًا وَكانَ أَمرُ اللَّهِ مَفعولًا[21]

اے پیغمبر (ﷺ) تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو، جب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا تو ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا تاکہ مومنوں پر ان کے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں، جب وہ ان سے اپنا تعلق توڑ لیں، کوئی تنگی باقی نہ رہے اور خدا کا فیصلہ ہو کے ہی رہتا ہے۔

اس آیت میں اس نکاح کی حکمت واضح کی گئی ہے کہ منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے میں اہلِ ایمان پر کوئی غیر شرعی پابندی باقی نہ رہے، جب سابقہ ازدواجی تعلق ختم ہو چکا ہو اور نکاح کی شرعی شرائط پوری ہوں۔ اسی سلسلے میں ارشاد

فرمایا گیا:

ماكانَ مُحَمَّدٌ أَبا أَحَدٍ مِن رِجالِكُم وَلٰكِن رَسولَ اللَّهِ وَخاتَمَ النَّبِيّـۧنَ ۗ وَكانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيءٍ عَليمًا۔[22]

(لوگو) محمدؐ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور ختمِ نبوت کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ آپ ﷺ امت کے بالغ مردوں میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں تھے۔ اس تعلیم کا تعلق نسب کی درست تعیین اور تبنّی کے جاہلی تصورات کی اصلاح سے ہے۔ اس نکاح کی حکمت قرآنِ مجید نے صراحت کے ساتھ بیان فرمائی:

لِكَي لا يَكونَ عَلَى المُؤمِنينَ حَرَجٌ فى أَزوٰجِ أَدعِيائِهِم إِذا قَضَوا مِنهُنَّ وَطَرًا۔[23]

تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں کوئی تنگی (گناہ) نہ رہے جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (یعنی طلاق دے دیں)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نکاح ایک شرعی و معاشرتی اصلاح کے ضمن میں تھا۔ اس واقعے کو صرف ذاتی پسند یا معمول کے خاندانی معاملے کے طور پر بیان کرنا اس کے قرآنی پس منظر کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہو گا۔ حضرت زینبؓ سے متعلق روایات میں ان کا یہ فخر بھی نقل کیا گیا ہے کہ ان کے نکاح کا فیصلہ دوسرے نکاحوں کی طرح محض خاندانوں کے ذریعے نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں خصوصی حکم نازل فرمایا۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض شرعی احکام کے پس منظر میں ایسی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں انسانی معاشرتی تصورات کی بنیاد پر مکمل طور پر سمجھنا آسان نہیں ہوتا۔ قرآنِ مجید انسان کے محدود علم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً۔[24]

تم بہت تھوڑا علم دیے گئے ہو۔

اس تناظر میں رسول اللہ ﷺ کے اس نکاح کو جاہلی رسم کی اصلاح، نسب کے تحفظ اور شرعی حکم کی عملی وضاحت کے حوالے سے دیکھا جانا چاہیے۔ اس کا بنیادی مقصد قرآنی بیان کے مطابق ایک غیر شرعی سماجی پابندی کو ختم کرنا اور اہلِ ایمان کے لیے حکمِ الٰہی کی وضاحت کرنا تھا۔

معاشرتی مصلحت: خاندانوں کے درمیان تعلقات اور باہمی قربت

رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی کا ایک پہلو مختلف خاندانوں اور بااثر شخصیات کے ساتھ رشتوں کا قیام بھی تھا۔ ان رشتوں نے اسلامی معاشرے میں قربت، اعتماد اور باہمی تعلقات کے فروغ میں کردار ادا کیا۔ تاہم ان تمام نکاحوں کو صرف معاشرتی حکمت تک محدود کر دینا درست نہیں، کیونکہ ہر نکاح کا اپنا تاریخی پس منظر اور مختلف پہلو ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے اسلام کی دعوت کے ابتدائی دور میں غیر معمولی تعاون کیا اور اپنی جان و مال سے دین کی خدمت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے شادی نے آپ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کے درمیان ایک قریبی خاندانی تعلق قائم کیا۔ حضرت عائشہؓ بعد میں علمِ حدیث، فقہ اور دینی فہم کی نمایاں شخصیت بنیں، جن سے صحابہؓ اور تابعین نے استفادہ کیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح بھی ایک اہم خاندانی تعلق کا ذریعہ بنا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار رکھتے تھے، اور ان کے خاندانوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تعلقات نے باہمی قربت کو مزید مضبوط کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے ہوئے۔ یہ دونوں شخصیات اسلامی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ ان خاندانی رشتوں نے اہلِ بیت اور اہم صحابہؓ کے درمیان تعلقات کی تشکیل میں بھی کردار ادا کیا۔ ان واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نکاح خاندانوں کے درمیان اعتماد اور قربت پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تاہم تاریخی واقعات کی تشریح کرتے ہوئے احتیاط ضروری ہے۔ کسی نکاح کے تمام اسباب کو صرف سیاسی یا معاشرتی مصلحت قرار دینا مناسب نہیں، جب تک اس کے لیے واضح تاریخی دلیل موجود نہ ہو۔

سیاسی مصلحت: قبائلی تعلقات اور معاشرتی کشیدگی میں کمی

عرب معاشرے میں قبائلی تعلقات کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ مختلف قبائل کے درمیان رشتے قائم ہونے سے قربت، اعتماد اور تعاون کے امکانات بڑھتے تھے۔ بعض حالات میں خاندانی رشتے دشمنی کم کرنے اور تنازعات کے خاتمے کا ذریعہ بھی بن سکتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت جویریہ بنت الحارثؓ کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ وہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی تھیں۔ بنو مصطلق کے واقعے کے بعد وہ قیدیوں میں شامل ہوئیں اور حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے مکاتبت کے ذریعے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی۔ روایت کے مطابق ان کی مکاتبت کی رقم نو اوقیہ چاندی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی مدد کرنے اور ان سے نکاح کرنے کی پیشکش فرمائی، جسے حضرت جویریہؓ نے قبول کر لیا۔ اس نکاح کے بعد صحابہؓ نے بنو مصطلق کے قیدیوں کو آزاد کرنا شروع کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتے میں آگئے ہیں تو انہیں قید میں رکھنا مناسب نہیں۔ اس طرح متعدد خاندانوں کو آزادی حاصل ہوئی۔[25]

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حضرت جویریہؓ اپنی قوم کے لیے غیر معمولی برکت کا سبب بنیں۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک نکاح کے نتیجے میں نہ صرف ایک خاتون کی حالت تبدیل ہوئی، بلکہ قبیلے کے متعدد افراد کی آزادی اور معاشرتی تعلقات میں بہتری کے امکانات بھی پیدا ہوئے۔ اس واقعے کو سیاسی مصلحت کے تناظر میں دیکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ نکاح کو محض سیاسی حکمتِ عملی قرار دیا جائے۔ اس میں انسانی ہمدردی، قیدیوں کی آزادی، خاندانی تعلق اور قبائلی کشیدگی میں کمی جیسے متعدد پہلو موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کے مختلف دینی اور معاشرتی پہلوؤں کو یکجا دیکھنا زیادہ مناسب ہے۔

نتائجِ تحقیق

زیرِ بحث مباحث کے مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

- نکاح ایک دینی، اخلاقی اور معاشرتی معاہدہ ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس کی اہمیت محض انفرادی خواہشات کی تکمیل تک محدود نہیں، بلکہ اس کا تعلق خاندانی استحکام، ذمہ داریوں کی ادائیگی اور معاشرتی نظم سے بھی ہے۔
- نکاح کے بنیادی مقاصد میں عفت و عصمت کا تحفظ، نسلِ انسانی کی بقا، نسب کی حفاظت اور ازدواجی سکون کا حصول شامل ہیں۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے میاں بیوی کے درمیان محبت، رحمت، اعتماد اور باہمی احترام ضروری ہیں۔
- دین داری اور حسنِ اخلاق ازدواجی زندگی کے اہم معیارات ہیں۔ مال، حسن، خاندانی حیثیت اور تعلیم اپنی جگہ اہم ہوسکتے ہیں، لیکن انہیں کردار، دیانت اور ذمہ داری پر غیر ضروری طور پر غالب نہیں آنا چاہیے۔
- معاشرتی رسوم و رواج کا جائزہ شرعی اصولوں اور ان کے عملی نتائج کی روشنی میں لینا چاہیے۔ ہر رسم کو محض رواج ہونے کی وجہ سے غلط قرار دینا درست نہیں، تاہم وہ روایات قابلِ اصلاح ہیں جو اسراف، نمود و نمائش، طبقاتی تفاخر یا نکاح میں غیر

ضروری رکاوٹوں کا سبب بنیں۔

- نکاح میں آسانی پیدا کرنا خاندان اور معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ غیر ضروری مالی مطالبات، جہیز کے دباؤ اور مہنگی تقریبات کی حوصلہ شکنی سے نکاح کو زیادہ قابلِ رسائی بنایا جاسکتا ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی میں دینی تعلیم اور سنت کی حفاظت کا اہم پہلو موجود ہے۔ ازواجِ مطہراتؓ نے خواتین کے شرعی مسائل، گھریلو زندگی اور متعدد نبوی تعلیمات کو امت تک پہنچانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔
- حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ کا واقعہ جاہلی تصورات کی اصلاح کے تناظر میں اہم ہے۔ اس واقعے کے ذریعے حقیقی نسب اور منہ بولے رشتے کے درمیان فرق واضح ہوا اور ایک غیر شرعی معاشرتی پابندی کی اصلاح کی گئی۔
- رسول اللہ ﷺ کے بعض نکاحوں کے معاشرتی اثرات بھی نمایاں ہوئے۔ ان کے نتیجے میں خاندانی تعلقات مضبوط ہوئے، دینی خدمات کے مواقع پیدا ہوئے اور حضرت جویریہؓ کے واقعے میں قیدیوں کی آزادی جیسے اہم نتائج سامنے آئے۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات کی تشریح میں علمی دیانت ضروری ہے۔ جہاں قرآنِ مجید کسی واقعے کی حکمت واضح کرتا ہے، وہاں اس بیان کو بنیادی اہمیت دینی چاہیے؛ اور دیگر تاریخی حکمتوں کو مستند شواہد کے مطابق بیان کرنا چاہیے۔

سفارشات

تحقیق کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- نکاح کے اسلامی تصور کو عام کیا جائے۔ مساجد، تعلیمی اداروں اور دینی مراکز میں نکاح کے مقاصد، حقوق و فرائض اور خاندانی ذمہ داریوں کے بارے میں مؤثر رہنمائی فراہم کی جائے۔
- شادی بیاہ کے غیر ضروری اخراجات کم کیے جائیں۔ والدین اور خاندان کے بزرگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی معاشی حیثیت کے مطابق تقریبات منعقد کریں اور محض معاشرتی دباؤ کی وجہ سے قرض لینے یا غیر ضروری اخراجات کرنے سے گریز کریں۔
- جہیز اور مالی حیثیت کی بنیاد پر رشتوں کے انتخاب کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ شریکِ حیات کے انتخاب میں دین داری، اخلاق، ذمہ داری، باہمی موافقت اور عملی صلاحیتوں کو بنیادی اہمیت دی جائے۔
- نکاح سے متعلق غیر مستند تصورات کی اصلاح کی جائے۔ مخصوص تاریخوں، اوقات یا معاشرتی روایات کے بارے میں دینی دعوے کرتے وقت مستند دلائل سے رجوع کیا جائے اور توہمات کی بنیاد پر نکاح میں تاخیر سے اجتناب کیا جائے۔
- خاندانی زندگی کے لیے قبل از نکاح رہنمائی کو فروغ دیا جائے۔ نوجوانوں کو ازدواجی حقوق، ذمہ داریوں، مالی منصوبہ بندی، باہمی احترام اور اختلافات کے حل کے بارے میں مناسب آگاہی فراہم کی جائے۔
- معاشرتی تعاون کے ذریعے نکاح آسان بنایا جائے۔ خاندانوں، اہلِ خیر اور سماجی اداروں کو چاہیے کہ وہ مستحق افراد کی مدد کریں اور ایسے اجتماعی اقدامات کی حوصلہ افزائی کریں جو نکاح میں غیر ضروری رکاوٹوں کو کم کریں۔

References

[1] Al-Qurʾān, 4:21.

[2] Al-Qurʾān, 24:32.

[3] Muslim, Abū al-Ḥusayn Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ* (Lahore, Pakistan: Maktabah Raḥmāniyyah), Kitāb al-Nikāḥ, ḥadīth no. 1400.

[4] Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Yazīd al-Qazwīnī, *Sunan Ibn Mājah* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1419 AH), Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Faḍl al-Nikāḥ, ḥadīth no. 1846.

[5] Al-Qurʾān, 30:21.
[6] Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Iʿlān al-Nikāḥ, ḥadīth no. 1895.
[7] See: Al-Qurʾān, 4:24.
[8] Al-Qurʾān, 24:30–31.
[9] Al-Qurʾān, 30:21.
[10] See: Al-Qurʾān, 4:19; 65:7; Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā, *Al-Jāmiʿ*, Kitāb al-Raḍāʿ, Bāb mā jāʾa fī ḥaqq al-marʾah ʿalā zawjihā, ḥadīth no. 1162.
[11] Al-Qurʾān, 2:187.
[12] Al-Qurʾān, 4:19.
[13] Thanawī, Muḥammad Ashraf ʿAlī, *Islāmī Shādī* (Lahore: Tawṣīf Publications, Urdu Bāzār, n.d), p. 130.
[14] Samīʿ al-Ḥaq, Mawlānā Samīʿ al-Ḥaq, *Daʿwāt-e-Ḥaq* (Akora Khattak, Pakistan: Muʾtamar al-Muṣannifīn, Dār al-ʿUlūm Ḥaqqāniyyah), 1:233.
[15] Nadwī Qāsmī, Mawlānā Riḍwān Nadwī Qāsmī, *Asrār-e-Ḥayāt* (Hyderabad, India: Madīnat al-ʿIlm), p. 173.
[16] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb al-Akfāʾ fī al-Dīn, ḥadīth no. 5090.
[17] Al-Nasāʾī, Abū ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shuʿayb, *Al-Sunan*, Kitāb al-Ghusl wa-al-Tayammum, Bāb al-ʿAmal fī al-Ghusl min al-Ḥayḍ, ḥadīth no. 427.
[18] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Ṭahārah, Bāb al-Aghsāl min al-Ḥayḍ, ḥadīth no. 316.
[19] Ibn Hishām, Abū Muḥammad ʿAbd al-Malik ibn Hishām al-Ḥimyarī, *Al-Sīrah al-Nabawiyyah* (Lahore: Islāmī Kutub Khānah, Urdu Bāzār), 1:247.
[20] Al-Qurʾān, 33:5.
[21] Al-Qurʾān, 33:37
[22] Al-Qurʾān, 33:40.
[23] Al-Qurʾān, 33:37.
[24] Al-Qurʾān, 17:85.
[25] Ibn Kathīr, Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn, *Al-Bidāyah wa-al-Nihāyah* (Beirut: Dār al-Fikr), 1:157.